سپریم کورٹ رپورٹس (1998) SUPP. 2 ایس سی آر

سشما سوری وغیرہ وغیرہ

بنام

گورنمنٹ آف نیشنل کیپٹل ٹیریٹری آف دہلی اور دیگر

8 اکتوبر 1998

[ایم۔ایم۔پنچھی، چیف جسٹس، کے۔ٹی۔تھامس اور ایس۔راجندر بابو، جسٹسز]

آئین ہند 1950 : آرٹیکل 233(2)-دہلی ہائر جوڈیشل سروس-تقرری-اہلیت-دہلی جوڈیشل سروس کے افسران یا کم از کم سات سال کے ایڈوکیٹ پلیڈر-پبلک پراسیکیوٹر/کونسلز/کارپوریشن یا اتھارٹی کے اسٹینڈنگ کونسلز-آجروں کی جانب سے عدالتوں میں وکالت یا پیروی کرنا-منعقد کیا گیا، وہ آرٹیکل 233(2) کے مقصد کے لیے ایڈوکیٹ ہے-اس طرح دہلی ہائر جوڈیشل سروس میں تقرری کے لیے غور کرنے کا حقدار ہے-ایڈوکیٹس ایکٹ، 1961: دفعہ 2(اے)-بار کونسل آف انڈیا رولز: قاعدہ 9۔

ملازمت قانون-ایڈیشنل گورنمنٹ ایڈوکیٹ-ایک ایڈوکیٹ کی حیثیت سے سات سال سے زیادہ کا قیام-دہلی ہائر جوڈیشل سروس میں تقرری کے لیے عدالت میں عدم غور وفکر میں مصروف-چیلنج پر، عدالت عالیہ کی طرف سے مسترد کی گئی رٹ پٹیشن-اپیل پر، غور کے لیے اہل قرار دی گئی-تاہم، چونکہ بھرتی کا عمل مکمل ہو چکا ہے اور منتخب امیدوار پہلے ہی مقرر ہو چکے ہیں، اپیل کنندہ کسی راحت کا حقدار نہیں ہے-زیر التواء اور مستقبل کی بھرتیوں میں طے شدہ طریقہ کار پر عمل کرنے کی ہدایت-دہلی ہائر جوڈیشل سروس رولز، 1970: اصول 5 اور 7۔

الفاظ اور جملے:

'ایڈووکیٹ'-بار کونسل آف انڈیا رولز کے رول 49 کے تناظر میں۔

'بار سے'-دہلی ہائر جوڈیشل سروس رولز، 1970 کے قاعدے 7 کے تناظر میں۔

اپیل کنندہ عدالت عظمیٰ آف بھارت میں ایڈیشنل گورنمنٹ ایڈووکیٹ کے طور پر کام کر رہا تھا۔دہلی عدالت عالیہ کے جاری کردہ ایک اشتہار کے جواب میں، اس نے دہلی ہائر جوڈیشل سروس میں تقرری کے لیے درخواست دی۔دہلی ہائر جوڈیشل سروس میں تقرری کے لیے امیدوار یا تو دہلی جوڈیشل سروس کا افسر ہونا چاہیے یا سات سال سے کم کا وکیل یا وکیل ہونا چاہیے۔جب اپیل کنندہ کو انٹرویو کے لیے نہیں بلایا گیا تو اس نے ایک رٹ پٹیشن دائر کی۔عدالت عالیہ نے اوما شنکر شرما کے مقدمے کے فیصلے پر بھروسہ کرتے ہوئے فیصلہ دیا کہ وہ تقرری کے لیے زیر غور آنے کی حقدار نہیں ہیں کیونکہ وہ آئین کے آرٹیکل 233(2) کے مقصد کے لیے وکیل نہیں رہیں۔اس لیے موجودہ اپیلیں۔

اپیل کنندہ دلیل یہ تھی کہ اسے وکیل کی حیثیت سے سات سال سے زیادہ کا تجربہ ہے اور اس لیے وہ اعلی عدالتی خدمات میں تقرری کے لیے مکمل طور پر اہل ہے اور عدالت عالیہ تقرری کے لیے اس کے کیس پر غور نہ کرنے میں جائز نہیں تھی۔

اپیلوں کو نمٹاتے ہوئے، یہ عدالت

منعقد.1.1: وکیل وہ شخص ہوتا ہے جو عدالت میں کسی دوسرے کے لیے کام کرتا ہے یا استدعا کرتا ہے اور اگر کوئی سرکاری وکیل یا سرکاری وکیل بار کے رول پر ہے اور ایڈووکیٹس ایکٹ 1961 کے تحت پریکٹس کرنے کا حقدار ہے، تو وہ وکیل کی تفصیل کا جواب دیتا ہے۔اس طرح عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ جائز نہیں تھا کہ اپیل کنندہ تقرری کے لیے غور کیے جانے کا حقدار نہیں ہے۔

[E-194;D-1193

1.2۔ بارکونسل آف انڈیا رولز کے قاعدے 49 کے تحت، ایک وکیل کسی بھی شخص، حکومت، فرم، کارپوریشن یا ادارے کا کل وقتی ملازم نہیں ہوگا اور اس طرح کی ملازمت سنبھالنے پر متعلقہ بار کو اس طرح کی حقیقت سے آگاہ کرے گا اور جب تک وہ اس طرح کی ملازمت میں ہے تب تک پریکٹس کرنا بند کر دے گا۔ تاہم، ایسے معاملات میں حکومت اور کارپوریٹ اداروں کے لاء آفیسرز کو مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے حالانکہ وہ کل وقتی تنخواہ دار ملازم ہے، اس طرح کے لاء آفیسر کو دوسروں کی طرف سے عدالت میں کارروائی کرنے یا استدعا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قاعدہ 49 کے تحت پابندی صرف ان لوگوں پر لاگو ہوگی جو ملازمت کے دیگر زمروں میں آتے ہیں۔ حکومت یا کارپوریٹ باڈی کے ذریعہ تنخواہ کی ادائیگی کی قیود پر بھی اس کے لاء آفیسر کے طور پر ملازم وکیل قاعدہ 49 کے لحاظ سے وکیل نہیں رہے گا اگر شرط یہ ہے کہ ایسے وکیل کو آجر کی طرف سے عدالتوں میں کام کرنے یا استدعا کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا، امتحان یہ نہیں ہے کہ آیا ایسا شخص تنخواہ کی قیود پر یا محنتانہ کی ادائیگی کے ذریعے مصروف ہے، بلکہ یہ ہے کہ آیا وہ وکیل کی حیثیت سے عدالت میں اس کی طرف سے کام کرنے یا استدعا کرنے میں مصروف ہے۔ اگر وہ اپنے آجر کی طرف سے کام نہیں کر رہا ہے یا استدعا نہیں کر رہا ہے، تو وہ وکیل بننا چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا، بار آف بھارت نے 'ایڈوکیٹ' کے بیان محاورہ کو ایک ایسے شخص کے طور پر سمجھا ہے جو دراصل عدالتوں کے سامنے مشق کر رہا ہے جس کے بیان محاورہ میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو حکومت یا کارپوریٹ باڈی کے ذریعہ مقرر کردہ لاء آفیسر ہیں۔ [193-ای-ایف-جی-ایچ؛194-اے-بی جے

آل انڈیا ججز ایسوسی ایشن بنام یونین آف بھارت، [1998] 9 ایس سی سی 245 کا حوالہ دیا گیا۔

1.3۔ 'بار' سے استعمال ہونے والے بیان محاورہ کا مطلب صرف وکلاء کے طبقے یا گروپ سے ہوگا جو عدالتوں میں بطور وکیل یا وکیل کام کرتے ہیں۔ اس میں کوئی اور خاصیت نہیں ہے۔ [D-194]

2۔ جب بھی کسی عہدے کو پر کرنے کے لیے کوئی بھرتی کی جاتی ہے، تو بھرتی کا شعبہ قواعد کی اجازت کے طور پر وسیع ہونا چاہیے۔ اسے ان وکلاء تک محدود رکھنا جو پبلک پراسیکیوٹر/گورنمنٹ کونسل/اسٹینڈنگ کونسل یا کسی کارپوریشن یا اتھارٹی کے طور پر مصروف نہیں ہیں، ایک تنگ نظری ہے، کیونکہ بھرتی کا مقصد ضروری اہلیت، تجربہ اور زندگی کا علم رکھنے والے افراد کو حاصل کرنا ہے۔ سرکاری وکیل سرکاری وکیل یا سرکاری

وکیل یا سرکاری وکیل ہوسکتا ہے۔اسے بھی حکومت کے افسران سے نمٹنے کے علاوہ مختلف قسم کے مقدمات کو سنبھالنے کا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ایسے شخص کے ذریعے حاصل کردہ تجربہ جو اس تفصیل میں آتا ہے،کو غیر متعلقہ نہیں کہا جاسکتا جو اعلی عدالتی خدمات کے عہدوں کے انتخاب کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔[193-بی-سی]

3۔ تاہم،اپیل گزاروں کو کوئی راحت دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ جب انہوں نے یہ قانونی چارہ جوئی شروع کی تھی،تب بھی بھرتی کا عمل جاری تھا اور یہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔اب جب کہ یہ کام مکمل ہو چکا ہے اور منتخب امیدواروں کی تقرری پہلے ہی ہو چکی ہے اور وہ مختلف مقامات پر ڈیوٹی پر رپورٹ ہو چکے ہیں اور انہیں ان کارروائیوں میں فریق کے طور پر شامل نہیں کیا گیا ہے،اس طرح کی تقرریوں میں خلل ڈالنا مناسب نہیں ہوگا۔ان حالات میں عدالت عالیہ اور حکومت سمیت متعلقہ حکام کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اوپر بیان کردہ عہدے کی روشنی میں مستقبل میں امیدواروں کی بھرتی کے لیے درخواستوں پر کارروائی کریں۔اگر کوئی زیر التواء بھرتیاں ہیں،تو فوری معاملے میں لیا گیا نظریہ ان پر بھی لاگو ہوگا۔[194-ای-ایف-جی]

اوما شنکر شرما بنام دہلی انتظامیہ اور دیگر،سول رٹ پٹیشن نمبر 1961 آف 1987 نے 13.1.1988 پر فیصلہ کیا،مسترد کر دیا۔

چندر موہن بنام یونین آف بھارت،اے آئی آر (1966) ایس سی 1987 اور ستیہ نارائن سنگھ بنام یونین آف بھارت،اے آئی آر (1985) ایس سی 308 کا حوالہ دیا گیا ہے۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 3021 آف 1997 وغیرہ۔

1997 کے ڈبلیو پی نمبر 286 میں دہلی عدالت عالیہ کے 31.1.97 کے فیصلے اور حکم سے۔

این۔این۔گوسوامی،ارون جیٹلی،گوپال سبرامنیم،ٹی۔سی۔شرما،راجیو شائمہ،اجے شرما،روپش کمار، محترمہ نیلم شرما،محترمہ اے۔سبھاشینی،شریش کے آر۔مشرا،راجیو دتہ،(سنتوش کمار) آر۔این۔کیشوانی،مہابیر

سنگھ، (مسز سشما منچندا) کے لیے ڈی۔ ایس۔ مہرا، ارونیشور گپتا، سریلوک ناتھ رتھ اور سوریا داخل فریقین کے لیے۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

راجیندر بابو، جسٹس۔ دیوانی اپیل نمبر 3021 آف 1997۔

اپیل کنندہ نے دہلی عدالت عالیہ کی طرف سے جاری کردہ ایک اشتہار کا جواب دیا جس میں ان امیدواروں سے درخواستیں طلب کی گئیں جنہوں نے دہلی ہائر جوڈیشل سروس میں بھرتی کے لیے وکیل کے طور پر کام کیا ہے اور دعوی کیا ہے کہ درخواست دائر کرتے وقت اس نے وکیل کے طور پر کم از کم سات سال کا تجربہ رکھا تھا۔ 1982 میں محترمہ سشما سوری نے عدالت عظمیٰ آف بھارت کے زیر اہتمام ایڈوکیٹ آن ریکارڈ کا امتحان پاس کیا اور 1986 میں انہیں اسسٹنٹ گورنمنٹ ایڈوکیٹ کے طور پر مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد انہیں عدالت عظمیٰ آف بھارت میں ایڈیشنل گورنمنٹ ایڈوکیٹ کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ جب انہیں انٹرویو کے لیے نہیں بلایا گیا تو انہوں نے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت عدالت عالیہ میں عرضی دائر کی۔ عدالت عالیہ نے اوماشنکر شرما بنام دہلی انتظامیہ اور ایک اور معاملے میں 1987 کی سول رٹ پٹیشن نمبر 1961 میں اسی عدالت کے ڈویژن بنچ کے فیصلے پر بھروسہ کرتے ہوئے 13.1.1988 پر فیصلہ کیا جیسا کہ اس عدالت نے ایس ایل پی (C) نمبر۔ 3088 / 88 میں تصدیق کی تھی۔ نے قرار دیا کہ درخواست گزار تقرری کے لیے زیر غور آنے کا حقدار نہیں ہے۔ اس لیے یہ اپیل۔

اوماشنکر شرما کے معاملے میں عدالت عالیہ نے فیصلہ دیا کہ دہلی ہائر جوڈیشل سروس میں بھرتی کے دو ذرائع ہیں، یعنی (1) دہلی جوڈیشل سروس میں افسران اور (2) ایڈوکیٹ یا پلیڈر جو کم از کم سات سال کا ہو۔ درخواست گزار مرکزی انتظامیہ کی خدمت میں ہونے کی وجہ سے پہلے زمرے میں نہیں آسکتا تھا اور نہ ہی اسے وکیل کے طور پر مانا جاسکتا تھا کیونکہ حکومت کے قانونی افسران جیسے پبلک پراسیکیوٹرز/سرکاری وکیل ایڈوکیٹس ایکٹ کے مقاصد کے لیے وکیل نہیں رہ سکتے لیکن پھر بھی وہ بار کے ممبر نہیں ہیں۔ اس بنیاد پر درخواست گزار کے دعوے کو مسترد کر دیا گیا۔ اس حکم کے خلاف خصوصی رخصت کی درخواست میں، اس عدالت

نے فیصلہ دیا کہ اپیل کنندہ سرکاری وکیل ہونے کے ناطے مرکز کے یونین علاقہ کی خدمت میں تھا اور اس طرح دہلی ہائر جوڈیشل سروس میں تقرری کے لیے غور کرنے کا اہل نہیں تھا۔ تاہم اس عدالت نے اس فیصلے میں اس بات پر غور نہیں کیا کہ آیا ایسا سرکاری وکیل وکیل ہوگا یا نہیں۔ ان معاملات میں فریقین کا موقف اوما شنکر شرما کے کیس (اوپر) جیسا ہی ہے۔ لہذا ہم عدالت عالیہ کے اظہار کردہ نقطہ نظر کی درستگی کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ آیا کسی کارپوریشن یا اتھارٹی کا پبلک پراسیکیوٹر/سرکاری وکیل/اسٹینڈنگ کونسل آئین کے آرٹیکل 233(2) کے مقصد کے لیے وکیل نہیں رہے گا تاکہ بار سے تعلق نہ ہو۔

بھرتی کے قواعد کو آئین کے آرٹیکل 309 کے فقرہ کے تحت وضع کیا گیا ہے جسے دہلی ہائر جوڈیشل سروس رولز، 1970 کے نام سے جانا جاتا ہے (جسے اس کے بعد 'رولز' کہا جاتا ہے)۔ اس کا قاعدہ 5 بھرتی کے طریقے کے بارے میں فراہم کرتا ہے۔ سروس میں افراد کی بھرتی عدالت عالیہ کی مشاورت سے ایڈمنسٹریٹر کے ذریعے کی جائے گی۔ ان افراد کے حوالے سے جو پہلے سے دہلی جوڈیشل سروس میں نہیں ہیں، سروس میں تقرری ایڈمنسٹریٹر کے ذریعے عدالت عالیہ کی طرف سے کی جانے والی سفارشات پر کی جائے گی۔ قاعدہ 7 باقاعدہ بھرتی سے متعلق ہے اور یہ فراہم کرتا ہے کہ وہ افراد جنہیں دہلی جوڈیشل سروس کے ممبروں میں سے انتخاب کی بنیاد پر بھرتی اور ترقی دی گئی تھی، جنہوں نے دہلی جوڈیشل سروس میں کم از کم دس سال کی خدمت مکمل کی ہے اور بار سے براہ راست بھرتی کے ذریعے بشرطیکہ سروس میں ایک تہائی سے زیادہ آسامیاں براہ راست بھرتیوں کے پاس نہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ قاعدہ آئین کے آرٹیکل 233 کے مطابق بنایا گیا ہے۔ اس کے آرٹیکل 233(1) میں ایسے افراد کی تقرری کا التزام ہے جو پہلے سے ہی ملازمت میں ہیں جبکہ آرٹیکل 233 (2) میں کہا گیا ہے کہ جو شخص پہلے سے ملازمت میں نہیں ہے وہ تقرری کا اہل ہے اگر وہ کم از کم سات سال تک وکیل یا وکیل رہا ہو اور عدالت عالیہ اس مقصد کے لیے اس کی سفارش کرتی ہے۔ آرٹیکل 233(2) میں 'سروس' کے بیان محاورہ کا حوالہ دیتے ہوئے اس عدالت نے چندر موہن بنام یونین آف بھارت، اے آئی آر (1966) ایس سی (1987) اور ستیہ نارائن سنگھ بنام یونین آف بھارت، اے آئی آر (1985) ایس سی 308 میں فیصلہ دیا ہے کہ اس کا مطلب "عدالتی خدمت" ہے۔ تاہم، یہ نہ تو عدالت عالیہ کے سامنے یا ہمارے سامنے دلیل نہیں ہے کہ اپیل کنندہ عدالتی خدمت میں ہے۔ دوسری طرف دلیل ہے کہ اس کے پاس وکیل کے طور پر سات سال سے زیادہ کا تجربہ ہے اور اس لیے وہ اعلی عدالتی خدمات میں مقرر ہونے کے لیے مکمل طور پر اہل ہے اور عدالت عالیہ نے تقرری کے لیے اس کے کیس پر غور نہ کرنے کا جواز پیش نہیں کیا۔ لہذا ہمیں

اس واحد سوال کا جائزہ لینا ہوگا کہ آیا اپیل کنندہ آئین کے آرٹیکل 233(2) کے مقصد کے لیے" وکیل" ہے اور" بار سے" جیسا کہ قواعد کے قاعدہ 7 میں تصور کیا گیا ہے۔

ہمیں آئین کے آرٹیکل 233(2) میں استعمال ہونے والے 'ایڈوکیٹ یا پلیڈر' بیان محاورہ کا پتہ لگانا ہوگا اور ایسا کرنے کے لیے ہم ایڈوکیٹس ایکٹ اور بار کے بنائے ہوئے قوانین کا استعمال کر سکتے ہیں۔ایڈوکیٹس ایکٹ کی دفعہ 2(اے) کے تحت۔" ایڈوکیٹ" کا مطلب ہے قانون توضیعات کے تحت کسی بھی رول میں داخل ہونے والا وکیل۔

بار کونسل کے ذریعے وضع کردہ قاعدہ 49 مندرجہ ذیل ہے:-

" ایک وکیل کسی بھی شخص، حکومت، فرم، کارپوریشن یا ادارے کا کل وقتی تنخواہ دار ملازم نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ پریکٹس کرتا رہے اور ایسی کوئی ملازمت کرنے پر بار کو اس حقیقت سے آگاہ کرے گا جس کے رول پر اس کا نام ظاہر ہوتا ہے، اور اس کے بعد جب تک وہ اس طرح کی ملازمت میں برقرار رہے گا وکیل کی حیثیت سے پریکٹس کرنا بند کر دے گا۔

اس قاعدے میں کچھ بھی مرکزی حکومت کے یا کسی ریاست کے یا قانون کے ذریعے تشکیل شدہ کسی پبلک کارپوریشن یا ادارے کے قانونی افسر پر لاگو نہیں ہوگا جو ایک کل وقتی تنخواہ دار ملازم ہونے کے باوجود ایکٹ کے دفعہ 28(2)(ڈی) کے ساتھ پڑھنے والی اپنی اسٹیٹ بار کے قواعد کے تحت اندراج کا حقدار ہے۔

اس قاعدے کے مقصد کے لیے لاء آفیسر کا مطلب ایک ایسا شخص ہے جسے اس کی تقرری کی مدت کے مطابق نامزد کیا گیا ہے اور جسے، مذکورہ مدت کے مطابق، اپنے آجر کی جانب سے عدالتوں میں کارروائی کرنے اور/ یا استدعا کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی شخص وکیل کے طور پر اندراج ہونے پر قانون کی مشق کرنا چھوڑ دیتا ہے اور ملازمت اختیار کر لیتا ہے، تو ایسے شخص کو کسی بھی طرح سے وکیل نہیں کہا جا سکتا۔تاہم، اگر کوئی شخص جو کسی بار کے رول پر ہے یا یونین یا ریاست یا کسی کارپوریٹ باڈی یا شخص کے ملازمت کے ذریعے یا کسی اور طرح سے اس طرح کی

حکومت، کارپوریشن یا اتھارٹی یا شخص کے لیے اور اس کی طرف سے وکیل کے طور پر عدالت کے سامنے پریکٹس کرتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا ایسا شخص ایکٹ کے تحت کسی وکیل کی تفصیل کا جواب بھی دیتا ہے۔ یہ اس معاملے میں ہمارے غور وفکر کے لیے پیدا ہونے والا عین سوال ہے۔

اس عدالت نے 1995 کے آئی اے نمبر 32 میں 1994 کے ریویو پٹیشن نمبر 248 میں 1989 کے آل انڈیا ججز ایسوسی ایشن بنام یونین آف بھارت کے رٹ پٹیشن (سول) نمبر 1022 میں فیصلہ کیا کہ:-

"ہمارے ذہنوں میں اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس شق کا مقصد یہ تھا کہ عدالتی عہدے پر تقرری کے لیے امیدوار ایک ایسا شخص ہونا چاہیے جس کے پاس وکیل کے طور پر تین سال کا تجربہ ہو۔ اسے اس لحاظ سے وکیل ہونا چاہیے کہ وہ باقاعدگی سے کسی عدالت یا ٹریبونل کے سامنے پیش ہوتا ہے، جو عدالت یا ٹریبونل کے سامنے اپنے مؤکلوں کی طرف سے پیش ہوتا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی مخصوص صورت میں وہ ایسا صرف ایک کلائنٹ کے لیے کرسکتا ہے جو اس کا آجر ہو۔"

ایڈووکیٹس ایکٹ اور اس کے تحت بنائے گئے قواعد کے مقاصد کے لیے لاء آفیسر (پبلک پراسیکیوٹر یا گورنمنٹ کونسل) وکیل رہے گا۔ متعلقہ قواعد کا ارادہ یہ ہے کہ اعلیٰ عدالتی خدمات میں تقرری کے لیے اہل امیدوار ایک ایسا شخص ہونا چاہیے جو کسی مؤکل کی طرف سے عدالت یا ٹریبونل کے سامنے باقاعدگی سے پیش ہوتا ہو۔

اوما شنکر شرما کے معاملے میں، دہلی عدالت عالیہ نے آئین کے آرٹیکل 233(2) کے تحت بھرتی کے مقصد کو نظرانداز کرتے ہوئے اس معاملے سے بہت زیادہ تعریفی انداز میں رجوع کیا۔ (جب بھی کسی عہدے کو پر کرنے کے لیے کوئی بھرتی کی جاتی ہے، تو بھرتی کا دائرہ اتنا ہی وسیع ہونا چاہیے جتنا کہ رولز پرمٹ۔ اسے ان وکلاء تک محدود کرنا جو اس حکم میں ہماری طرف سے پہلے بیان کردہ انداز میں مصروف نہیں ہیں، یہ ایک تنگ نظریہ ہے، کیونکہ بھرتی کا مقصد ضروری قابلیت، تجربہ اور زندگی کا علم رکھنے والے افراد کو حاصل کرنا ہے۔ سرکاری وکیل سرکاری وکیل یا گورنمنٹ ایڈووکیٹ یا گورنمنٹ پلیڈر ہوسکتا ہے۔ اسے بھی حکومت کے

افسران سے نمٹنے کے علاوہ مختلف قسم کے مقدمات کو سنبھالنے کا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ اس تفصیل میں آنے والے ایسے افراد کے ذریعے حاصل کردہ تجربہ کو غیر متعلقہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اعلی عدالتی خدمات کے عہدوں کے انتخاب کے لیے نقصان دہ کہا جا سکتا ہے۔) متعلقہ اصول میں 'بار کے اراکین' کے بیان محاورہ کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ افراد کا ایک خاص طبقہ جو دراصل عدالتوں میں وکیلوں یا وکلاء کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ایک بہت ہی عام معنوں میں وکیل وہ شخص ہوتا ہے جو عدالت میں کسی دوسرے کے لیے کام کرتا ہے یا استدعا کرتا ہے اور اگر کوئی سرکاری وکیل یا سرکاری وکیل بار کے رول پر ہے اور ایکٹ کے تحت پریکٹس کرنے کا حقدار ہے، تو وہ وکیل کی تفصیل کا جواب دیتا ہے۔

بار کونسل آف انڈیا رولز کے رول 49 کے تحت ایک وکیل کسی بھی شخص، حکومت، فرم کا کل وقتی ملازم نہیں ہوگا۔ کارپوریشن یا ادارہ اور اس طرح کی ملازمت کرنے پر متعلقہ بار کو اس طرح کی حقیقت سے آگاہ کرے گا اور جب تک وہ اس طرح کی ملازمت میں ہے اس وقت تک پریکٹس کرنا بند کر دے گا۔ تاہم، ایسے معاملات میں حکومت اور کارپوریٹ اداروں کے لاء آفیسرز کو اس کے کل وقتی تنخواہ دار ملازم ہونے کے باوجود مستثنی قرار دیا جاتا ہے اگر ایسے لاء آفیسر کو دوسروں کی طرف سے عدالت میں کارروائی کرنے یا استدعا کرنے کی ضرورت ہو۔ قاعدہ 49 کے تحت پابندی صرف ان لوگوں پر لاگو ہوگی جو ملازمت کے دیگر زمروں میں آتے ہیں۔ حکومت یا کارپوریٹ باڈی کے ذریعہ تنخواہ کی ادائیگی کی قیود پر بھی اس کے لاء آفیسر کے طور پر ملازم وکیل قاعدہ 49 کے لحاظ سے وکیل نہیں رہے گا اگر شرط یہ ہے کہ ایسے وکیل کو آجر کی طرف سے عدالتوں میں کام کرنے یا استدعا کرنے کی ضرورت ہے۔ لہذا، امتحان یہ نہیں ہے کہ آیا ایسا شخص تنخواہ کی قیود پر یا محنتانہ کی ادائیگی کے ذریعے مصروف ہے، بلکہ یہ ہے کہ آیا وہ وکیل کی حیثیت سے عدالت میں اس کی طرف سے کام کرنے یا استدعا کرنے میں مصروف ہے۔ اس صورت میں منگنی کی قیود سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے تعینات ایسا لاء آفیسر کیا کرتا ہے- چاہے وہ اپنے آجر کی طرف سے عدالت میں کارروائی کرے یا استدعا کرے یا دوسری صورت میں۔ اگر وہ اپنے آجر کی طرف سے کام نہیں کر رہا ہے یا استدعا نہیں کر رہا ہے، تو وہ وکیل بننا چھوڑ دیتا ہے۔ اگر مشغولیت کی قیود ایسی ہیں کہ اسے عمل یا استدعا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہ دوسری قسم کے کام کرتا ہے، تو وہ محض حکومت یا کارپوریٹ باڈی کا ملازم بن جاتا ہے۔ لہذا، بار آف بھارت نے 'ایڈووکیٹ' کے بیان محاورہ کو ایک ایسے شخص کے طور پر سمجھا ہے جو دراصل عدالتوں کے سامنے مشق کر رہا ہے جس کے بیان محاورہ میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو حکومت یا کارپوریٹ باڈی کے ذریعہ مقرر کردہ لاء آفیسر ہیں۔

اگر یہ صحیح پوزیشن ہے، تو ہم یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اگر ان افراد کو بھی بھرتی کے عمل میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے تو بھرتی کے مقصد کو کیسے شکست دی جا سکتی ہے۔ اوما شنکر شرما کے معاملے میں مذکور کسی بھی فیصلے نے اس تناظر میں معاملے کی جانچ نہیں کی ہے۔ یا تو ان فیصلوں کا تعلق خدمت اور عدالتی خدمت کے درمیان فرق سے تھا یا دوسرے سیاق و سباق میں اظہار 'وکلاء' کے معنی سے تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ اس انداز میں ہے کہ آئین کے آرٹیکل 233(2) میں استعمال ہونے والے بیان محاورہ کو سمجھنا ہوگا اور اس سلسلے میں دہلی انتظامیہ کی طرف سے بنائے گئے قواعد کو آئینی توضیعات کی روشنی میں پڑھنا ہوگا۔ 'بار' سے استعمال ہونے والے بیان محاورہ کا مطلب صرف عدالتوں میں کام کرنے والے وکلاء کے طبقے یا گروپ سے ہوگا۔ اس میں کوئی اور خاصیت نہیں ہے۔

ہماری طرف سے کیے گئے مندرجہ بالا تجزیے پر، ہم سمجھتے ہیں کہ عدالت عالیہ کے نقطہ نظر کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

تاہم، ہم اب اپنے سامنے اپیل کنندہ کو کوئی راحت دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کیونکہ جب اس نے یہ قانونی چارہ جوئی شروع کی تھی، تب بھی بھرتی کا عمل جاری تھا اور یہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ اب جب کہ یہ کام مکمل ہو چکا ہے اور منتخب امیدواروں کی تقرری پہلے ہی ہو چکی ہے اور وہ مختلف مقامات پر ڈیوٹی پر رپورٹ ہو چکے ہیں اور انہیں ان کارروائیوں میں فریق کے طور پر شامل نہیں کیا گیا ہے، اس طرح کی تقرریوں میں خلل ڈالنا مناسب نہیں ہوگا۔ اب ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ عدالت عالیہ اور حکومت سمیت متعلقہ حکام کو ہدایت کریں کہ وہ اوپر بیان کردہ عہدے کی روشنی میں مستقبل میں امیدواروں کی بھرتی کے لیے درخواستوں پر کارروائی کریں۔ اگر کوئی زیر التواء بھرتیاں ہیں، تو ہماری طرف سے لیا گیا نظریہ ان پر بھی لاگو ہوگا۔ اس لیے اپیل کو اوپر بیان کردہ طریقے سے نمٹا دیا جاتا ہے۔

دیوانی اپیل نمبرات 1997 کے 3022 اور 3022۔

یہ دونوں معاملات ایک مشترکہ حکم سے پیدا ہوتے ہیں جو دیوانی اپیل نمبر 3021 / 97 کا موضوع تھا جسے ہم نے ابھی نمٹا دیا ہے۔ فیصلے کے بعد اور اس میں بیان کردہ وجوہات کی بنا پر، ان اپیلوں کو بھی اسی قواعد میں نمٹا دیا جاتا ہے جو اس میں بیان کی گئی ہیں۔

دیوانی اپیل نمبرات 1997 کے 8359 اور 8360۔

یہ اپیلیں الہ آباد میں عدالت عالیہ آف مقننہ کی طرف سے دیوانی متفرق تحریری عرضی نمبر 1996 کی 37519 اور 1996 کی 37059 میں اسی طرح کے تحفظات پر دیے گئے ایک مشترکہ حکم سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ دہلی عدالت عالیہ کی طرف سے 1997 کی تحریری عرضی نمبر 286 میں دیے گئے حکم میں دستیاب ہے جو 1997 کی دیوانی اپیل نمبر 3021 کا موضوع تھا۔ مذکورہ فیصلے کے بعد اور اس میں بیان کردہ وجوہات کی بنا پر، ان اپیلوں کو بھی اسی قیود میں نمٹا دیا جاتا ہے جو اس معاملے میں بیان کی گئی ہیں۔

تحریری درخواست (دیوانی) نمبر 1997 کے 189۔

آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت اس تحریری درخواست میں، درخواست گزار قومی دارالحکومت علاقہ دہلی میں اعلی عدالتی خدمات میں تقرری کے لیے اپنی امیدواری پر غور کرنے کی ہدایت طلب کرتا ہے۔ ہم نے متعلقہ قواعد کا جائزہ لیا ہے اور 1997 کے دیوانی اپیل نمبر 3021 میں ایک حکم منظور کیا ہے۔ اس میں دیے گئے حکم کے بعد، اس تحریری درخواست کو اسی قیود میں نمٹا دیا جاتا ہے جو سی۔ اے نمبر 3021/97 میں بیان کی گئی ہیں۔

تحریری درخواست (دیوانی) نمبر 2 آف 1998۔

آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت اس تحریری درخواست میں، درخواست گزار ریاست راجستھان میں اعلی عدالتی خدمات میں تقرری کے لیے اپنی امیدواری پر غور کرنے کی ہدایت طلب کر رہا ہے۔ ہم نے اسی طرح کے دعووں کی پوزیشن کا جائزہ لیا ہے اور اس معاملے میں قانون کا اعلان کیا ہے۔ اگر درخواست گزار اس کی شرائط کو پورا کرتا ہے، تو وہ متعلقہ اتھارٹی کے سامنے ضروری مواد پیش کر سکتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دیوانی اپیل نمبر 3021/97 میں ہماری طرف سے دیے گئے فیصلے کی روشنی میں اس کی جانچ کی جائے گی۔ جو اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے تابع، اس تحریری درخواست کو نمٹا دیا جاتا ہے۔

ایس وی کے آئی

اپیلوں اور درخواستوں کو نمٹا دیا گیا۔